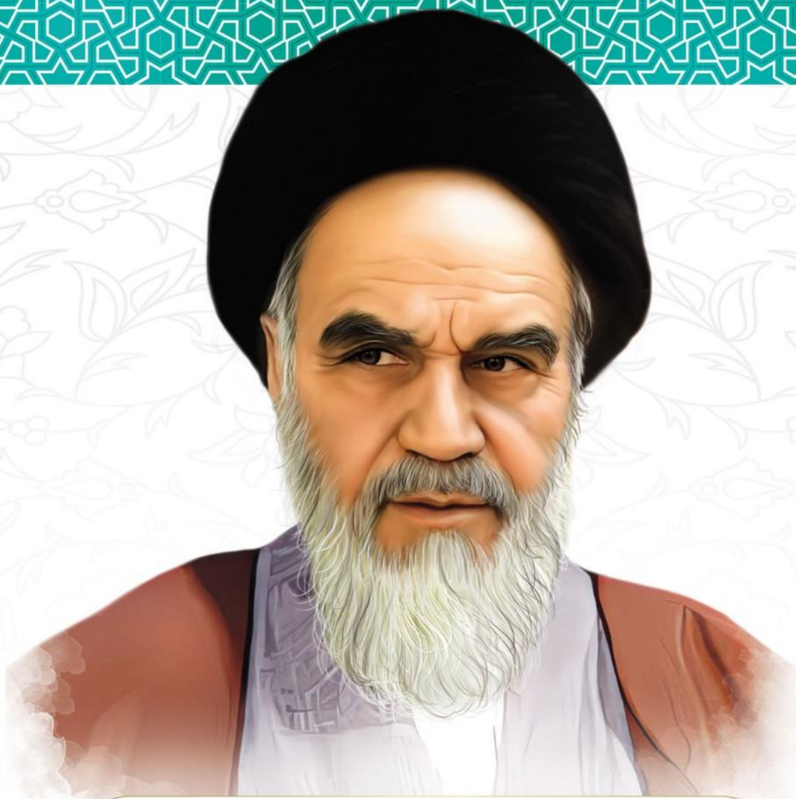


بیداری و شعور

از نظر امام خمینی (ره)

استاد محترم آغا
سید جواد نقوی حفظه‌الله

بیداری وشعور
از نظر امام خمینیؒ

مشخصاتِ کتاب

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیداری اور شعور از نظرِ امام خمینیؒ

تالیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔استاد سید جواد نقوی

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔متاب پبلیکیشنز

اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جنوری 2023 (بمناسبتِ برسیِ امام خمینیؒ)

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔1000

(یہ مضمون مشربِ ناب شمارہ نمبر 12 سے لیا گیا ہے)

فہرست

افکارِ امام رحمۃ اللہ علیہ، انقلاب کے لیے محرک

اسلامی تشخص اور دین کی بنیاد پر جو انقلاب اس زمانے میں ایران کی سر زمین پر رونما ہوا ہے، اس کے محرک در حقیقت وہ افکار ہیں جن کو دین کی شناخت کے لیے امام راحلؒ نے بیان کیا ہے، یہ افکار در حقیقت ایسے مبانی اور اصولوں کا نتیجہ ہیں کہ جن اصولوں کو دین شناسی کے مرحلے میں امامؒ نے اختیار کیا اور انہی اصولوں کی اساس پر یہ افکار پیدا ہوئے جو بعد میں اس عظیم تحوّل کے لئے محرک بنے، اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ انقلابِ اسلامی اتفاقات کا نتیجہ ہے یا یہ کہ حالات نے خود ہی ایسا رُخ اختیار کر لیا تھا کہ جن کے نتیجے میں انقلاب آ گیا، یا یہ کہنا کہ انقلاب کا میدان دوسروں نے ہموار کیا تھا، امامؒ اور ان کے ساتھیوں نے آ کر صرف اس کی فصل کاٹی ہے اور اس قسم کے وہ خام نظریات جن کا اظہار آگاہی نہ ہونے کی بناء پر کیا جاتا ہے وہ زیادہ درست و منطقی آراء نہیں ہیں بلکہ وہ نظریات ناپختہ ذہنوں کی اختراع ہیں، جب کہ در حقیقت امامؒ نے اس انقلاب کا بیج بھی خود ہی بویا، زمین بھی خود ہی تیار کی اور اپنی زندگی میں ہی اس کی فصل کو آمادہ کر کے ثمرہ بھی حاصل کیا۔

اجتماعی تبدیلی کا راستہ "بیداری اور شعور"

امام خمینیؒ کے افکار کی نظریاتی بنیادوں کے مبانی میں سے ایک مبنیٰ "بیداری اور شعور" ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر فکر کسی نہ کسی بنیاد پر استوار ہوتی ہے اور خصوصاً وہ

فکر جو ایک عملی اور ہمہ گیر تبدیلی کا باعث بنی ہو اور جس کے نتیجے میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا ہو، لامحالہ اس کی بنیادیں اور اس کے مبانی بہت گہرے اور عمیق ہوں گے۔ اس بناءپر حکومتِ اسلامی کے قیام کے لئے امام خمینیؒ کا ایک اہم ترین مبنیٰ کہ جس کی اساس اور بنیاد پر انہوں نے عملی اقدام بھی کیا وہ "بیداری اور شعور" ہے۔ امام خمینیؒ کی نظر میں اجتماعی تحوّل اور تبدیلی کے لئے اٹھایا جانے والا پہلا قدم "بیداری اور شعور" ہے اور قرآن نے بھی اس مبنیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ایک معاشرے کی تبدیلی میں سب سے بڑی مشکل وہ افراد ہیں جو شعور نہیں رکھتے، اس مبنیٰ کو قرآن، سنت اور سیرتِ معصومینؑ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ قوموں اور امتوں کو سب سے پہلے آگاہی اور شعور کے ذریعے بیدار کیا جائے۔

معاشرتی بیماریاں "بے شعوری" کا نتیجہ

قرآن مجید نے سورۃ بقرہ کے آغاز میں ہی بعض انسانی معاشروں کو لاحق ہونے والی مہلک بیماریوں کو بے شعوری کا نتیجہ قرار دیا ہے، مثلاً نفاق کہ جو معاشرے کے لیے سب سے مہلک بیماری ہے، قرآن کریم نے اس مرض کو بے شعوری کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ نفاق کے مرض میں مبتلا فرد باایمان لوگوں کو سبیل اللہ کے بارے میں دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے جبکہ وہ اس عمل سے اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال رہا ہوتا ہے لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتا کہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا

ہے۔قرآن اس شخص کے بارے میں فرماتا ہے:

یخادعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم و ما یشعرون(سورہ بقرہ)

"یہ وہ لوگ ہیں جو خدا تعالٰی کواور ایمان لانے والوں کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ یہ اپنے علاوہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتے اور انھیں اس کا شعور بھی نہیں ہے"۔

اسی طرح ان اشخاص کے بارے میں اگلی آیاتِ مبارکہ میں فرمایا:

ومن الناس من یقول آمنا باللہ و با لیوم الاخر وماھم بمؤمنین(سورہ بقرہ)

"اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدااور روزِآخرت پر ایمان لے آئے ہیں، حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے ہیں"۔

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون(سورہ بقرہ)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں یعنی یہ لوگ مؤمن کے روپ میں مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور فساد برپا کرتے ہیں،اور جب انہیں منع کیا جاتا ہے کہ فساد نہ کرو تو یہ صالحین کا روپ اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی بھی اپنا باطن دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے،ان سب کے لئے قرآن کریم نے یہ فرمایا:

الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون(سورہ بقرہ)

آگاہ ہو کہ یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن (وہ اس کا) شعور نہیں رکھتے۔

قرآن میں امتوں کی "بے شعوری" کے نمونے

قرآن نے بے شعوری کے ساتھ اس کے نتائج کو بھی بیان کیا ہے کہ بے شعوری کی وجہ سے امتوں کو کن کن حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور انبیاء کو ان بے شعوروں کے ہاتھوں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ یہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعور اور بیداری اجتماعی تحوّل اور تبدیلی کے لیے ایک بنیاد ہے جس کی اساس قرآن ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام نے بھی اپنی نہضت اور تحریک کا آغاز سب سے پہلے اُمت کے اندر بیداری اور شعور پیدا کرنے سے ہی کیا۔ اور اگر کسی امت کو بغیر شعور پیدا کئے اگلے مرحلے میں ڈال دیا جائے، جس مرحلے سے متعلق امت کے افراد ادراک و فہم نہ رکھتے ہوں تو یہ بذاتِ خود اس امت اور مکتب کے لیے یقینی طور پر خطرناک ثابت ہوگا۔ قرآن نے بنی اسرائیل کو نمونے کے طور پر ذکر کیا ہے کہ جب تک حضرت موسیٰؑ علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان رہے اور اس وقت تک اُن کی قوم نے اپنی بے شعوری اور حماقت کی وجہ سے اس اولوالعزم نبی کو ایسے امور اور ایسی باتوں میں مشغول رکھا کہ قرآن کریم نے بعد کی امتوں کے لیے بنی اسرائیل کو عبرت بنا کر پیش کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ جب بنی اسرائیل کو کسی کام کا دستور دیتے تو وہ اپنی بے شعوری کی بنا پر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تمسخرانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ جب انہیں جہاد کا حکم دیتے تو یہ اپنی نادانی و حماقت کی بنا پر مذاق اڑاتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کی نافرمانی کرتے، اور حضرت موسیٰؑ جب کچھ عرصے کے لیے ان کے درمیان سے غائب ہو گئے تو بنی اسرائیل کی بے

شعوری نے گل کھلانا شروع کر دیا اور جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے اس وقت تک پوری قوم خدا پرستی سے گوسالہ پرستی میں تبدیل ہو چکی تھی اس طرح سے حضرت موسیٰؑ کو قدم قدم پر اپنی قوم کی بے شعوری کا سامنا کرنا پڑا۔

معصومین علیہ السلام اور بے شعور امت

بے شعوری کا سب سے بڑا نمونہ وہ ہے، جہاں بے شعوری کسی معصومؑ کے لیے بھی مشکل بن جاتی ہے۔ انبیاءِ الٰہی کبھی دشمن کے مقابلے میں خوفزدہ نہیں ہوئے، خواہ تنہا ہوں یا ان کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہو، لیکن قوموں اور امتوں کی بے شعوری سے وہ بھی بہت ڈرتے تھے، قرآن حضرت موسیٰؑ اور ساحروں کا واقعہ نقل کرتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کو خداوند متعال کا حکم ہوا کہ ان ساحروں کا مقابلہ کرو تو

فاو جس فی نفسه خیفة موسیٰ (سورہ طٰہٰ)

پس موسیٰؑ نے اپنے نفس (جی) میں کچھ خوف پایا

جب حضرت موسیٰؑ نے اپنے دل میں خوف کا احساس کیا تو خدا نے حضرت موسیٰؑ کو خوف زدہ ہونے سے منع کیا کہ یہ خوف کا مقام نہیں ہے۔

قلنا لا تخف انّك انت الاعلی (سورہ طٰہٰ)

ہم نے کہا مت ڈر یقیناً تم ہی برتر رہو گے

حضرت موسیٰؑ کو یہاں کس بات کا خوف لاحق تھا؟ اگر ہم یہ کہیں کہ خوفِ نفسانی تھا یعنی حضرت موسیٰؑ رسیوں سے ڈر گئے تو کیا معاذ اللہ حضرت موسیٰؑ کی حالت تماشائیوں سے بھی بدتر تھی؟ کیونکہ ہفتے کا دن تھا اور غالباً بنی اسرائیل یا فرعونیوں کی عید بھی تھی لہٰذا وہاں جشن کا سامان فراہم تھا اور انوکھے کام انجام دیے جارہے تھے، اس لیے جب جادوگروں نے رسیاں پھینکیں تو تماشائیوں اور عوام میں سے کوئی بھی ان رسیوں سے نہیں ڈرا، اور نبیِ خداؑ کہ جو ان جادوگروں کے مقابلے کے لیے آرہے ہیں وہ ان رسیوں سے ڈر گئے ہوں، یہ ایک نامعقول اور انبیاءؑ کی شان کے خلاف بات ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو اپنی یا کسی اور کی ہلاکت کا خطرہ نہیں تھا اور نہ آپؑ اپنے اژدھا سے ڈرتے تھے کیونکہ اپنے ہاتھوں سے بنی ہوئی چیز سے ڈرنا بھی نامعقول بات ہے۔ اور پھر حضرت موسیٰؑ واقعاً ایک شجاع نبی ہیں۔

قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کو ایک بے باک، بے خوف نبی کے طور پر متعارف کرایا ہے جو کبھی بھی ظالم اور سرکش کے سامنے بات کرنے سے ڈرتا نہیں ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے جھجکتا ہے خواہ تنہا ہو یا فوج کے ساتھ ہو، اس لیے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش وتربیت کا اہتمام فرعون جیسے ظالم اور طاغوت کے گھر میں کرکے ان کے دل سے خوف نکال دیا تھا، گویا یہ ایک تربیتی اثر تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے زمانے کی سب سے بڑی اور خوفناک طاقت کو نزدیک سے دیکھ

لیا تھا کہ فرعون کیا ہے، اس لیے اب انہیں فرعون سے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی، اسی لیے حضرت موسیٰؑ جب کسی منصب کے حامل نہیں تھے اور عہدہِ نبوت پر بھی فائز نہیں ہوئے تھے، اس وقت جب اپنے ایک حامی اور ایک فرعونی فرد کو لڑتے ہوئے دیکھا تو حضرت موسیٰؑ نے بغیر اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ یہ فرعون کا آدمی ہے اس کو جان سے مار دیا۔ ڈرنے والا انسان یہ کام نہیں کرتا یا نبوت ملنے کے بعد جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کا پیچھا کیا تو امت ڈر رہی تھی مگر حضرت موسیٰؑ نہیں ڈرے اور جب سامنے سمندر تھا اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر تھا، ان دو خطروں کے درمیان ساری قوم ڈر رہی تھی مگر حضرت موسیٰؑ مطمئن تھے۔ جب حضرت موسیٰؑ ایسی خوفناک جگہوں میں نہیں ڈرے تو جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے مقابلے میں ان کی رسیوں یا اپنے اژدھا سے کیا ڈریں گے، لیکن اس کے باوجود قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کے خوف کو نقل کیا۔

انبیاء کو اپنا وصی اور جانشین نصب کرنے کے لئے امت کی بے شعوری کا خوف

حضرت موسیٰؑ کے ساتھ جب جانشینی کا مسئلہ پیش آیا تو اس میں بھی قوم کی بے شعوری دخیل تھی۔ قرآن مجید نے اس ماجرا کو کسی اور فلسفے کے تحت محفوظ رکھا ہوا ہے اور وہ یہ

کہ رسول اللہؐ کی رحلت کے فوراً بعد اس واقعہ نے تکرار ہونا تھا۔ چونکہ رسول اللہؐ نے حدیثِ منزلت اسی واقعہ کی روشنی میں بیان کی تھی۔

یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انّه لا نبی بعدی

قرآن مجید نے اس واقعے کو خاص ترتیب کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ امتِ نبی ﷺ یہ سمجھ لے کہ ایسا دوبارہ بھی ہو سکتا ہے۔ جب چالیس دنوں میں قوم، نبیؑ کے منصوب جانشین کو چھوڑ کر سامری کے پیچھے جا سکتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی رحلت اور واقعہِ غدیر کے درمیان تو دو مہینے سے بھی زیادہ کا فاصلہ گذر گیا تھا، جب سامری چالیس دنوں میں اپنا کام کر سکتا ہے اور قوم کہیں سے کہیں جا سکتی ہے تو دو مہینے میں بدرجہ اولیٰ امتِ رسول ﷺ کو منحرف کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کے خوف کا جو ماجرا ذکر کیا ہے اسی طرح غدیر میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خوف کو بھی ذکر فرمایا ہے۔

یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته(سوره المائده)

اے رسول! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو خدا کی طرف سے آپ پر نازل ہو چکا ہے، اگر آپ نے وہ حکم نہیں پہنچایا تو آپ نے اپنی رسالت کا کوئی بھی کام نہیں کیا۔

یعنی خداوند تبارک و تعالیٰ کا پیغمبر ﷺ کو عہدے کے ذریعے خطاب کرنے کے بعد اس لہجے کو اختیار کرنا کہ فان لم تفعل اگر ایسا نہ کیا، یہ لہجہ کیوں اختیار کیا؟ فان لم تفعل سے

اس شخص کو خطاب کیا جاتا ہے جس کو ایک ذمہ داری دی گئی ہو اور وہ اسے انجام نہ دے، یا اس میں احتمال ہو کہ شاید وہ اس کام کو انجام نہ دے سکے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج تک کبھی کسی فرمانِ خدا کو انجام دیے بغیر چھوڑ دیا تھا؟ درحالیکہ مکہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اس وقت یہ نہیں کہا گیا کہ اے رسول یہ پیغام پہچانا ہے، اگرچہ ہمیں پتہ ہے کہ آپ تنہا ہیں لیکن یہ پیغام بہت اہم ہے اگر آپ نے نہیں پہنچایا تو۔۔۔ مکہ میں یہ نہیں کہا، کسی جنگ میں نہیں کہا، شعبِ ابی طالب میں نہیں کہا اور بہت سارے مقامات پر نہیں کہا لیکن اس وقت کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا آخری سال ہے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار ساتھی بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ غدیر میں مسلمانوں کی تعداد حتیٰ ایک لاکھ تک ذکر ہوئی ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس صحرا میں یقیناً ہزاروں کی تعداد میں افراد موجود تھے اور وہ رسول اللہ کے ساتھ حج کرنے آئے ہوئے تھے۔ لہذا نہ تو مسلح تھے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے، بلکہ وہ حامی، پیرو، مقتدی، صحابی اور حاجی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو ان کی جانب سے کوئی خطرہ تھا اور نہ بیرونی دشمن کے حملے کا کوئی خطرہ تھا اس کے باوجود بھی خداوند متعال نے "فان لم تفعل" کے ذیل میں فرمایا:

واللہ یعصمك من الاعداء من المشركين من المنافقين ،من اليهود ،من اهل الكتاب، من الشيطان

یہ نہیں فرمایا کہ خدا تمہیں دشمنوں سے، مشرکین سے، منافقین سے، یہود سے، اہلِ کتاب سے یا شیطان سے محفوظ رکھے گا بلکہ فرمایا "من الناس "لوگوں سے بچائے گا۔ یعنی آپؐ کو اسی حاضر مجمع سے ایک خطرہ لاحق ہے اور وہ خطرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کا خطرہ نہیں تھا۔

یہ طے شدہ بات ہے کوئی مؤرخ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ غدیر کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کو خطرہ تھا، اس بات کا احتمال دیا جا سکتا ہے لیکن اسے کسی طرح سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب غدیر میں اعلان کیا تو کسی بھی قسم کا کوئی خطرناک واقعہ رونما نہیں ہوا تھا اور اگر واقعاً رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کو خطرہ بھی ہو تو کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ سے احکام بیان کرنا چھوڑ دیں گے؟ شبِ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کو یقینی خطرہ تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان کے خوف سے اپنے کام سے دستبردار نہیں ہوئے۔ غدیر میں اوّل تو جان کا خطرہ نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بالاتر ہیں کہ پیغامِ الٰہی کے ابلاغ میں اپنی جان کی پرواہ کریں، پھر یہ کون سا خطرہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درپیش تھا اور جس کے لیے قرآن مجید تحفظ کا وعدہ کر رہا ہے "واللہ یعصمک من الناس"

انبیاء کو امت کی "بے شعوری کا خوف

حضرت موسیٰؑ کے واقعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعے کو تطبیق کریں تو خوف کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ کو شعبدہ بازوں کے مقابلے میں جب معجزہ دکھانے کے لیے بھیجا گیا اور جب حضرت موسیٰؑ معجزہ دکھانے لگے تو ان کے دل میں ایک خوف پیدا ہوا، تو اس وقت خداوند تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو خوف کھانے سے روکا اور کہا کہ خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے، خدا آپ کے ساتھ ہے اور یہی وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیا گیا صرف الفاظ مختلف ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں کون سا خوف تھا جس کے لیے انہیں کہا گیا

"فان لم تفعل"

یہ کام حتماً ہونا چاہیے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہی خوف تھا جو حضرت موسیٰؑ کے دل میں تھا۔ دونوں معصومؑ ہیں دونوں نبیؑ ہیں اور نبی و معصوم ایسے خوف میں مبتلا نہیں ہوتے جو اُن کی عصمت کے خلاف ہو، خوفِ نفسانی نقص ہے۔ اندھیرے سے ڈرنا، درندے اور حشرات وغیرہ جیسی چیزوں سے ڈرنا خوفِ نفسانی ہے۔ پیغمبر کو ایسے خطرات اور خدشات سے خطرہ نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے، پھر کون سا خوف ان انبیاء معصومینؑ کے دلوں میں تھا۔ یہ وہی خوف تھا جو علیؑ کے دل میں بھی تھا چونکہ علیؑ خود بھی انہیں حالات سے دوچار تھے جن میں حضرت موسیٰؑ اور پیغمبرِ اسلام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبتلا تھے اور جو مبتلا ہو وہ بہتر جانتا ہے کہ دوسرے پر اس وقت میں کیا گزر رہی ہے۔

جہالت سے مراد "بے شعوری"

نہج البلاغہ کے چوتھے خطبے میں حضرت امیر المومنین علیہ سلام اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

لم یوجس موسیٰ خیفۃ علی نفسہ، بل اشفق من غلبۃالجھّال و دِوَل الضّلال

حضرت موسیٰؑ خوفِ نفسانی میں مبتلا نہیں تھے، انہیں اپنی جان جانے کا خوف نہیں تھا بلکہ انہیں سارا خوف اس بات کا تھا کہ کہیں جہالت غالب نہ آجائے یعنی حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی جاہلیت سے خوفزدہ تھے، اور بنی اسرائیل کی جہالت وہ نہیں تھی جسے ہم عام طور پر علم کے مقابلے میں استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ علم کے مقابلے میں بھی جہل استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں جہالت بے شعوری کے معنی میں ہے کیونکہ مرحوم کلینی کی عظیم کتاب اصول کافی میں سب سے پہلا باب "کتابُ العقل و الجھل" ہے اور دوسرا باب" کتابُ العلم" ہے۔ پس روایات میں ایک جہالت علم کے مقابلے میں ہے اور ایک جہالت عقل کے مقابلے میں ہے۔ دوسرے لفظوں میں عقل سے مراد شعور اور جہالت سے مراد بے شعوری ہے اور تعلیم اس سے الگ ایک چیز ہے۔ ممکن ہے کوئی بہت زیادہ تعلیم یافتہ انسان ہونے کے باوجود سب سے زیادہ بے شعور ہو جیسا کہ آجکل

کی دنیا میں اس بات کا کثرت سے مشاہدہ ہوتا ہے۔ کسی زمانے میں باشعور لوگ زیادہ تھے اور پڑھے لکھے لوگ کم تھے، آج پڑھے لکھے زیادہ اور باشعور افراد کم ہیں، آج بے شعوری کا غلبہ ہے۔

وہ جاہلیت جس سے حضرت موسیٰؑ ڈر رہے تھے وہ یہ نہیں تھی کہ لوگ تعلیم یافتہ نہیں تھے، پڑھے لکھے نہیں تھے بلکہ اس جاہلیت سے خوفزدہ تھے جو شعور اور عقل کے مقابلے میں ہے چونکہ حضرت موسیٰؑ کو بھی جادوگروں کے مقابلے میں عوام کے سامنے ایک کام کرنا تھا اور حضرت موسیٰؑ کو اسی بات کا خوف تھا کہ مجھے معجزہ دکھانا ہے اور جادوگروں کو جادو و شعبدہ دکھانا ہے، تو کیا یہ عوام معجزہ اور شعبدہ کے فرق کو سمجھ پائیں گے یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں معجزہ دکھاؤں اور یہ اسے شعبدہ سمجھیں یا جادوگروں کے شعبدوں اور جادو کو معجزہ سمجھ کر انہیں بھی نبی تسلیم کرلیں اور کہیں کہ جس طرح اس شعبدے کے ذریعے آپ نبی ہیں،

جادوگر بھی نبی ہیں کیونکہ وہ بھی یہی کام کر رہے ہیں۔

بے شعور امت اور بے شعور قوم درحقیقت معجزے اور شعبدے کے درمیان فرق کو نہیں سمجھتی اس لیے حضرت موسیٰؑ کا یہ خوف بے جا نہیں تھا۔ آخر کار وہی ہوا جس کا حضرت موسیٰؑ کو خوف تھا، بے شعوری نے اپنا اثر دکھایا، اور وہ معجزے اور شعبدے میں تمیز نہیں کرپائے، جیسا کہ آج بھی ہر انوکھے کام کو معجزہ کہتے ہیں لہذا آج ہمارے مزاج

اور ہماری طبیعت کو دیکھ کر کوئی سامری آجائے اور وہ ہمیں کچھ انوکھے کام کر کے دکھائے تو ہم فوراً سے نبی یا امام مان لیں گے، جتنے جھوٹے نبی یا مھدویت کا جھوٹا دعوی کرنے والے گذرے ہیں انہوں نے لوگوں کی اسی نفسیات سے فائدہ اٹھایا، اور جب انہوں نے بعض انوکھے کام انجام دیئے تو نتیجے میں ان کے بہت سارے پیروکار بن گئے۔

حضرت موسیٰؑ کو اسی نوعیت کی مشکل درپیش تھی۔ آپؑ دیکھ رہے تھے کہ اسوقت میرا سامنا نہ فرعون سے ہے، نہ جادو گروں سے اور نہ ہی ان کے جادوؤں سے ہے، بلکہ در حقیقت میرا سامنا جہالت اور بے شعوری سے ہے اور آخر میں نتیجہ وہی نکلا، جس کا حضرت موسیٰؑ کو خوف تھا۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آپ نے بڑا جادو اور بڑا انوکھا کام انجام دیا ہے لہذا آپ ان جادو گروں کے استاد اور ان سے برتر ہیں لیکن خدا نے جو وعدہ کیا تھا "لا تخف" وہ بھی سچ نکلا اس لیے کہ جو اہلِ فن اور اہلِ شعور تھے یعنی جو جادو اور معجزہ میں تمیز کرنے کی قوت رکھتے تھے اور ہر انوکھے کام سے متاثر نہیں ہوتے تھے انہوں نے پہچان لیا کہ یہ شعبدہ نہیں بلکہ معجزہ ہے اور پھر اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر حضرت موسیٰؑ کے معجزہ پر ایمان لے آئے۔

امت کی بے شعوری، حکم خدا کے ابلاغ میں مانع نہیں بن سکتی

انبیاہ ہمیشہ اُمتوں کی جہالت کے ہاتھوں پریشان رہے ہیں، اسی لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی غدیر میں یہ پریشانی تھی حالانکہ یہاں تو سب ابھی ابھی احرام کھول کر آئے ہیں، حج کر کے پلٹ رہے ہیں، ابھی توجہ کے بعد یہ نو مولود کی مانند ہیں، ان کی گردن پر کوئی گناہ نہیں ہے، پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ اپنی ہی امت سے راہبر کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنی اُمت سے وہی خطرہ تھا جو حضرت موسیٰؑ کو اپنی اُمت سے تھا۔

من غلبة الجهال

لیکن خداوندِ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے

بلّغ ما انزل اليك من ربّك

ہم نے جو نازل کیا ہے اسے پہنچادو، اگرچہ ممکن ہے جہالت اور بے شعوری یہاں مشکل کھڑی کردے اور پھر ایسا ہی ہوا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوف تھا، آخر کار وہی جاہلیت سامنے آئی، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ولایت کا اعلان کیا تو انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ اگر یہ نظامِ ولایت نہ سمجھے اور اس کو کسی اور عنوان میں بدل دیا، تو پھر کیا ہو گا؟ اگر جہالت اور بے شعوری نے آکر ولایت کے لیے زمانہ مقرر کرنا شروع کردیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تک ولایت

ہے اور اس کے بعد نہیں ہے یا فلاں زمانے تک ولایت ہے اور اس کے بعد نہیں یا فلاں شرط ہو تو ولایت ہے اور اگر وہ شرط نہ ہو تو ولایت نہیں ہے، اگر انہوں نے ولایت کے لیے خود سے شرائط معین کرنا شروع کر دیں اور اس نظام کی شکل کو بگاڑ دیا تو کیا ہو گا؟ اور پھر ایسا ہی ہوا یعنی جس چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوف تھا وہی ہوا، لہٰذا ولایت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد کسی اور شکل میں تبدیل ہو گئی اور پھر جیسے جیسے وقت گزرتا رہا مسلمانوں کی نظامِ ولایت کے محور سے دوری بڑھتی گئی، ولایت سے خلافت تک کا فاصلہ ایک قدم کا تھا اور ملوکیت ہزاروں قدم کے فاصلے پر تھی لیکن بہت جلد یہ ہزاروں قدم کا فاصلہ بھی طے ہو گیا اور ملوکیت بھی اپنی بدترین سے بدترین شکل اختیار کرتی چلی گئی، اس دوران ولایت کا کیا ہوا؟ ولایت کہاں گم ہو گئی؟ جب جہالت اور بے شعوری کا غلبہ ہوتا ہے تو راستہ گم ہو جاتا ہے، لہذا اگر بے شعور لوگوں کے درمیان خدا کی طرف سے امام معین کیا جائے تو بے شعوری یہاں بھی اپنا اثر دکھاتی ہے۔ پوری تاریخِ اسلام اس پر شاہد ہے۔ لہٰذا قرآنی اساس کے مطابق جب تک امت بے شعور رہے اس وقت تک کوئی چیز اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی لیے امام خمینیؒ قرآن مجید سے استنباط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلا قدم شعور و بیداری پیدا کرنے کی راہ میں اٹھانا چاہیے اور سب سے پہلا مبارزہ جہالت کے خلاف ہونا چاہیے لہذا امامؒ نے سب سے پہلے امت کے اندر شعور اور بیداری پیدا کی۔

قرآن میں "بیداری" اور "شعور" سے مراد

ہر قوم کے فرد فرد میں شعور موجود ہوتا ہے لیکن یہ شخصی اور انفرادی شعور ہوتا ہے، اپنے مفادات کی تشخیص کا شعور سب میں موجود ہوتا ہے، منافقین اپنے دنیاوی فائدے اور نقصانات کے بارے میں بہت شعور رکھتے ہیں بلکہ دوسروں سے کہیں زیادہ چالاک اور ہوشیار ہوتے ہیں لیکن ان ہی کو قرآن مجید نے کہا کہ یہ بے شعور ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی نگاہ میں انفرادی چالاکی و ہوشیاری شعور کے زمرے میں نہیں آتی، سفیہ اور بے وقوف انسان کہ جو اپنے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا اسے انفرادی شعور کے پیمانے پر پرکھا جاتا ہے کیونکہ سفیہ اپنے مال میں صرف انفرادی حیثیت کو مدِ نظر رکھتا ہے اور اس میں سفیہ کی شناخت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ اپنا نفع و نقصان سوچتا ہے یا نہیں۔ لیکن اجتماعی مسائل میں جس شعور اور بے شعوری کا تذکرہ ہوتا ہے وہ اجتماعی سطح کا شعور ہے اس لحاظ سے اجتماعی سفیہ وہ ہوتا ہے کہ جس کو اجتماعی نفع و نقصان سمجھ میں نہ آئے قرآن مجید جن کے بارے میں کہتا ہے کہ

ومن یرغب عن ملة ابراھیم الا من سفه نفسه(سورہ بقرہ)

وہ جو مذہب اور ملتِ ابراہیمؑ سے دور ہے اس نے صرف اپنا نقصان کیا ہے۔ یہ اجتماعی حماقت اور بے شعوری ہے اور اجتماعی شعور میں ہی دینی شعور ہے۔ جس شعور کی اساس ذاتِ خدا ہو، مرکز و محور توحیدِ خدا ہو جس شعور کے بیدار کرنے کے لیے انبیاءؑ نے کوششیں کیں، وہ یہی قرآنی شعور ہے، جو ہر جگہ مشکل بنا وہ یہی شعورِ اجتماعی اور شعورِ

دینی کا فقدان ہے، دینی شعور قومی اور علاقائی شعور نہیں ہے جو اپنی قوم اور علاقے کے نفع و نقصان کو تو سمجھتے ہیں لیکن دینی نفع و نقصان کو نہیں سمجھتے اور چونکہ ان میں اجتماعی شعور نہیں ہے اس لیے یہ سفہاء ہیں۔

ممکن ہے سفہاء عقلِ نظری بہت اچھی رکھتے ہوں ان میں عقلِ علمی موجود ہو یعنی جب آپ ان کے سامنے موضوع و محمول پیش کریں فوراً سمجھ لیتے ہیں لیکن پھر بھی بے شعور ہیں کیوں؟ اس لیے کہ ضروری اور اجتماعی دینی ہدایت ان کے اندر موجود نہیں ہے۔

تمام دینی اور عالمی تحریکوں کا نقطۂ آغاز شعور اور بیداری

شعور اور بیداری پیدا کیے بغیر اگر کسی امت اور قوم کی اصلاح کے لیے قدم اٹھایا جائے تو یہ خود اس قوم اور مکتب کے لیے بہت خطرناک ہو سکتا ہے، لہذا پہلا قدم امت کی بیداری اور شعور ہے۔ سب انبیاءؑ اور بعد میں مصلحین نے یہیں سے آغاز کیا، اسی طرح اگر عالمی تحریکوں کا بھی مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آغاز بھی امتوں کو شعور دینے سے ہوا، چونکہ شعور اور بیداری امتوں کی تقدیر بدلنے کے لئے پہلا قدم ہے۔

انفرادی سیر و سلوک اور اجتماعی سیر و سلوک

امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک سیر و سلوک انفرادی ہوتا ہے کہ جس کا تعلق عرفان سے ہے۔ عرفان میں بھی رائج عرفان کہ جسے علمِ عرفان سے تعبیر کرتے ہیں، یہ علم بھی دیگر علوم کی طرح ہے۔ جس طرح مروجہ فقہ، کہ جو صرف انفرادی مسائل

کے ارد گرد گھومتی ہے آپ کا وضو، آپ کی عبادت، آپ کی بہشت، آپ کا ثواب یہ فقط فرد سے متعلق ہیں۔ یہ تمام مسائل جو توضیح المسائل میں اوّل سے آخر تک بیان ہوئے ہیں ان سب کا موضوع فرد ہے یعنی احکامِ فردی ہیں، احکامِ اجتماعی اور جمعی نہیں ہیں، اسی طرح عرفانِ رائج میں سیر وسلوک کا موضوع بھی فرد ہے کہ جب سب ظلمت و گمراہی میں ڈوب رہے ہوتے ہیں تو اس وقت ہر فرد اپنے آپکو بچانے اور نجات دینے کی فکر کرتا ہے کہ کس طرح سے اپنے آپ کو بچانا ہے اسے دوسروں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

انفرادی عرفان اور سیر وسلوک بھی اسی طرح سے ہے کہ دوسرے ڈوبتے ہیں تو ڈوبتے رہیں تم فقط اپنے آپ کو نجات دو۔ اگر تم دوسروں کو نجات دینے میں پڑ گئے تو پھر اپنے آپ کو نجات نہیں دے سکو گے، لہذا دوسروں سے آنکھیں بند کرو، دوری اختیار کرو، ترکِ معاشرت کرو، ترکِ زندگی کرتے ہوئے تسبیح ہاتھوں میں لے کر گوشے میں بیٹھ جاؤ۔ اگر ہر انسان اسی طرح کرنا شروع کردے تو پھر باقی دنیا کا کیا بنے گا، افغانیوں کا فلسطینیوں کا اور غزہ والوں کا کیا بنے گا؟ یہ عرفان سیر وسلوکِ فردی سکھاتا ہے، اس سیر وسلوک میں دوسروں کو نظر انداز کرکے سیر کرنی پڑتی ہے۔

لہذا کسی نے بہت خوب کہا ہے کہ

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

صاحبِ کرامت عرفاء جو زمین پر بیٹھ کر ملکوت سے ارتباط پیدا کرتے ہیں ان کو تو سالہا سال تک اپنے ہمسایوں کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ یہاں پر یتیم کتنے رہتے ہیں، بیوائیں کتنی

رہتی ہیں، ان کو کھانے کو کچھ ملا ہے یا نہیں، انہیں تو اتنا بھی پتہ نہیں کہ ہمارے ہمسایہ میں کون رہتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ انہیں ملکوت کی خبر ہے؟ اس لیے کہ ان کو سیر و سلوکِ فردی نے سکھایا ہی یہی ہے کہ اپنے ہمسائے کے حقوق کو پامال کرو، ان کو نظر انداز کرو، ان سے چشم پوشی کرو، محلے والوں سے چشم پوشی کرو، قوم وملت سے چشم پوشی کرو، جاہل ونادان محروم اور محتاج غرض یہ کہ ہر ایک سے چشم پوشی کرو۔ چونکہ اگر آپ نے ان چیزوں کو ہاتھ لگایا تو آپ کا رابطہ ملکوت سے کٹ جائے گا، آپ نے خدا کی ذات میں فنا ہونا ہے چونکہ انہوں نے فنا کا معنیٰ ہی یہی کیا ہے۔

اسی طرح رائج شریعت کا محور بھی فرد ہے۔ اور طریقت کا محور بھی فرد ہے، بس ہماری نماز صحیح ہونی چاہیے، دوسروں سے مجھے کوئی غرض نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ امر بالمعروف کو دوسروں کے امور میں مداخلت سمجھتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی شرائط ہوتی ہیں اور ہم میں وہ شرائط موجود نہیں ہیں اس لیے کہ اس کی تمام شرائط معصومؑ کے زمانے کے لیے ہیں ہمارے لئے نہیں ہیں۔

سیروسلوک میں پہلا قدم "یقظہ"

سیر و سلوکِ فردی اور دینِ فردی میں بھی دیکھیں تو اوّلین قدم یقظہ (بیداری) ہے ۔یعنی سیر و سلوک کے سالکین جنہوں نے ہزار منزلیں طے کرنی ہیں یا بعض نے سو منزلیں طے کرنی ہیں یا بعض جنہوں نے ہفت شہرِ عشق کا سفر کرنا ہے، ان میں بھی

پہلا قدم یقظہ ہے اور آج تک کسی نے ایسا صوفی اور عارف نہیں دیکھا ہوگا جو یقظہ کے بغیر ہی عارف بن گیا ہو۔

مولانا روم نے چند صوفیوں کی مثالیں دیں ہیں کہ صوفی وہ ہوتا ہے کہ جسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ نہ اسے کھانے کی پرواہ ہوتی ہے، نہ اسے پہننے کی پرواہ ہوتی ہے، نہ اسے اوڑھنے کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ بچھونے کی پرواہ ہوتی ہے، لیکن ایک ایسے صوفی کو مولانا روم متعارف کروارہے ہیں کہ جسے اپنے پیٹ کی بہت فکر رہتی تھی، اور حقیقت میں یہ عبدِ شکم تھا، ایک دفعہ دوسرے صوفیوں نے اسے گھیر لیا اور اس کو خوب لعن طعن کی کہ تو تصوف کے لیے ننگ ہے۔ دس آدمیوں کے کھانے جتنا کھانا تو ایک وقت پر کھا جاتا ہے۔ ان حرکتوں کی وجہ سے آخر کون تجھے صوفی کہے گا، غرض یہ کہ آخری زمانے میں صوفی ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ جو یقظہ کے بغیر ہی منازلِ عرفان طے کر جاتے ہیں اس عالمِ غفلت میں ہی وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت منازلِ عرفان طے کر گئے ہیں اسی طرح بعض نشئی بھی نشے کی حالت میں سمجھتے ہیں کہ سیر و سلوک کے ذریعے عرفان کی منازل طے کر رہے ہیں۔

سیر و سلوک چاہے فردی ہو یا اجتماعی سب سے پہلا قدم غفلت بے شعوری سے باہر آنا ہے، جہالت اور بے شعوری سے نکلنا ہے البتہ کوئی ایسا عارف ہونا چاہیے کہ جو اس طرح کا عرفان سکھائے۔ حقیقی عرفان قرآن مجید اور سیرتِ معصومینؑ کی شکل میں ہمارے

سامنے ہے اور کسی معصومؑ کو بھی ہم نے تارکِ زندگی نہیں پایا، کسی معصومؑ کو بھی اجتماعی مسائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے نہیں دیکھا، کسی کو نظر انداز کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

چونکہ وہ عرفانِ حقیقی قرآنی عرفان ہے یعنی یوں نہیں کہ معصومؑ کا کام صرف اپنے آپ کو خدا تک پہنچانا ہے بلکہ معصومؑ امّت کا بھی زمام دار ہے، امت کے اس کاروان کو بھی معصومؑ نے بچانا ہے۔

صراط مستقیم انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی راستہ

قرآن مجید میں ہم خدا سے راستہ طلب کرتے ہیں۔ایک عامیانہ مثال کے ذریعے اس مطلب کو واضح کرتے ہیں بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ جہاں صرف فیملی کے ساتھ جاسکتے ہیں لیکن مجرد اور غیر شادی شدہ آدمی وہاں نہیں جاسکتے مثلاً بسوں کے اندر ایسی جگہ ہوتی ہے، ایئرپورٹ پر، ریسٹورنٹ میں، یا اسی طرح کی اور جگہیں اگر غیر شادی شدہ آدمی اکیلے وہاں جانا چاہے تو نہیں جاسکتا اگرچہ کتنا ہی شریف آدمی کیوں نہ ہو، اسے وہاں نہیں جانے دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہاں پر صرف فیملی کے ساتھ آسکتے ہیں۔ایسے مقامات پر اگر کسی کو جانے کا شوق ہو تو سب سے پہلے اسے چاہئے کہ فیملی تشکیل دے یا کسی فیملی کے ہمراہ ہو جائے، تنہا نہیں جانے دیا جائے گا۔

صراط مستقیم بھی ایسا ہی راستہ ہے کہ جہاں تنہا نہیں جانے دیا جائے گا، یہ ایسی شاہراہ ہے کہ جس پر ملائکہ پولیس کھڑی ہے وہ جس کو بھی تنہا آتے ہوئے دیکھے گی تو اسے واپس بھیج دے گی کہ آپ اس راستے پر تنہا کیوں آئے ہو جب وہ کہے گا کہ مجھے تو اکیلے ہی جانا ہے تو وہ جواب دے گا کہ یہ "مجھے" کا راستہ نہیں ہے بلکہ یہ "ہم" کا راستہ ہے۔

اھدنی نہیں بلکہ اھدنا

مجھے ہدایت نہیں بلکہ ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے،

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً

جمیعاً یعنی تم سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو اھدنا ہم سب کو ہدایت دے۔ اس کا مطلب ہے کہ اکیلا کوئی بھی نہیں ہے حتیٰ کہ کوئی معصومؑ بھی اکیلے نہیں ہیں۔ امت و کاروان ساتھ ہیں۔ اھدنا ہم سب اس راستے کی طرف آرہے ہیں، یہ سیر و سلوکِ اجتماعی ہے۔ یہ وہ عرفان ہے جو انانیت سے نجات کا درس دیتا ہے، اور اگر عارف کی ساری کوشش یہ ہو کہ میں اپنے آپ کو نجات دے دوں تو یہ سب سے بڑا خود خواہ انسان ہے، سب سے بڑا خود پرست انسان ہے۔ عرفان کی پہلی منزل یہ ہے کہ اپنے آپ کو نظر انداز کرو لیکن خود خواہ انسان ہر چیز کو نظر انداز کر دیتا ہے اور صرف اپنے آپ کو بچانے کی فکر میں رہتا ہے لہٰذا جس طرح انفرادی سیر و سلوک میں پہلا قدم یقظہ ہے، اسی طرح سیر و سلوکِ اجتماعی میں بھی پہلا قدم یقظہ ہے۔

بے شعوری، مشکلات میں اضافے کا باعث

یہ مطلب رمز اور کلید ہے۔ دنیا میں انقلابی کم نہیں ہیں، پاکستان میں جب انسان اخباروں کے کالموں اور مجلّوں کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ دنیا جہاں کے انقلابی اسی ملک میں رہتے ہیں جن کے ایسے ایسے نظریات ہیں، ایسے ایسے تخیلات ہیں اور ایسے ایسے تجزیے کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے اور کبھی فکر میں بھی ڈوب جاتا ہے کہ جس ملک میں ایسے مغز رکھنے والے نابغہ افراد موجود ہوں، اس ملک میں کیوں کوئی اچھا قدم نہیں اُٹھتا؟ اس ملک میں کیوں دہشت گردی اور ٹیررزم ہے؟ اس میں کیوں بدعنوانی، منشیات، رشوت خوری غرض یہ کہ ہر قسم کی بُرائی موجود ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا مغز رکھنے کے باوجود بیداری اور شعور نہ ہو تو وہ تجزیے بجائے مشکل حل کرنے کے مشکل میں اضافہ کر دیتے ہیں اور خطرے کا باعث بن جاتے ہیں لہذا شعور کے بغیر جب مجلّیں لکھے جائیں، اخباروں میں کالم لکھے جائیں یا الیکٹرانک میڈیا کے اندر بحث مباحثے رکھے جائیں تو یہ بجائے خود فساد اور تباہی کا باعث بن جائے گا۔

اس ساری بحث کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ امامؒ نے صراحت کے ساتھ اس چیز کا اظہار کیا ہے کہ معاشروں کے اندر کسی بھی قسم کے تحوّل اور تبدیلی کے لیے پہلا قدم بیداری اور شعور ہے۔ حتیٰ وصیت کی صورت میں امامؒ کا اپنے پیروکاروں اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے نام جو آخری پیغام تھا اس میں بھی امامؒ نے یہی فرمایا کہ پہلا قدم یقظہ ہے۔

قرآن مجید میں مبارزات کا جو طریقہ کار بیان ہوا ہے وہ امر بالمعروف ہے اور اسی کو مسلمانوں کے لیے اساسی ترین فریضہ بھی قرار دیا ہے، امامؒ نے بھی اپنی فقہی کتب میں امر بالمعروف کو محور قرار دیا ہے۔ وہ کتب جو ایک فقیہ کے لیے ماخذ منبع کے طور پر مدون ہوئی ہیں، ان منابع کے اندر دو سو سال یا اس سے بھی بیشتر کے عرصے میں چند کتابیں بیچ میں سے غائب کر دی گئی ہیں۔ انہی میں سے ایک کتاب "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" ہے کہ جو ان منابع کے اندر موجود نہیں ہے لیکن امامؒ نے آکر جب فقہ کو تدوین کیا تو با قاعدہ اس میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ایک کتاب فقہی کے طور پر، ایک اساسی کتاب کے طور پر دیگر کتبِ فقہی کے ساتھ بیان کیا تاکہ اجتہادی و استنباطی دید سے فقیہ اس کو بھی اپنا محور قرار دے۔

بے شعوری کے خلاف جہاد کی ضرورت

امر بالمعروف و نہی عن المنکر درحقیقت بے شعوری، غفلت اور جہالت کے خلاف مبارزے اور جہاد کا نام ہے، جہاد میں بھی سب سے پہلے شمشیر اٹھانے کا امر نہیں کیا گیا البتہ امر بالمعروف کے بھی درجات ہیں جو بتدریج شمشیر کے ساتھ جہاد تک جا پہنچتے ہیں۔ لیکن اس جہاد کا آغاز امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صورت میں غفلت، بے شعوری اور جہالت کے خلاف مبارزہ کے ذریعے ہوتا ہے لیکن آج یہ ایک فراموش شدہ فریضہ ہے، اگر ہم اس فریضے کے بارے میں دینی اقدامات دیکھیں تو یقین کے ساتھ یہ

دعوی کر سکتے ہیں کہ حضرت سید الشہداءؑ کی نہضت کا مقصد بھی بے شعوری کے ساتھ مبارزہ تھا۔ اگر ہم اُن حالات کا جائزہ لیں جس میں حضرت سید الشہداءؑ نے قیام کیا تو یہ حقیقت ہم پر واضح ہو جائے گی کہ آپؑ نے یہ قیام اقتدار حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا۔ اس لیے کہ نہ تو اس کے لیے حالات مناسب تھے اور نہ ہی حضرتؑ نے اس کے لیے کوئی اہتمام کیا۔

امام حسین علیہ السلام کے قیام کا مقصد

جب ہم حضرتؑ کے قیام کے مقاصد بیان کرتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ ہم اس قیام کو کامیاب سمجھتے ہیں یا ناکام سمجھتے ہیں۔ جب کہ ہم سب اس بات کے معتقد ہیں اور ہمیں معتقد ہونا بھی چاہیے کہ یہ ایک کامیاب قیام تھا لیکن اقتدار کا حصول قیام کا مقصد نہیں تھا تو پھر کس مقصد کے تحت کامیاب ہوئے، وہ مقصد خود سید الشہد علیہ سلام نے ذکر فرمایا ہے:

انما خرجت لطلب الاصلاح في امة جدی

اس خطبے میں حضرتؑ یہ نہیں فرمارہے ہیں کہ میں یزید کی اصلاح کرنے جارہا ہوں، میں بنی امیہ کی اصلاح کرنے جارہا ہوں، میں شامیوں کی اصلاح کرنے جارہا ہوں، میں مقتدر لوگوں کی اصلاح کرنے جارہا ہوں یا میں حکمرانوں اور خلیفہ کی اصلاح کے لئے جارہا ہوں بلکہ فرمایا میں امت کی اصلاح کے لئے جارہا ہوں۔ البتہ دوسرے مقامات پر یہ فرمایا

کہ میں یزید کو ختم کرنے اور امت کی اصلاح کرنے جارہاہوں، یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ کسی چیز کی اصلاح اس وقت ہوتی ہے جب اس چیز میں فساد آجائے، کیونکہ اصلاح متفرع ہے فساد پر، جہاں فساد نہ ہو وہاں اصلاح کا کوئی تصوّر ہی نہیں ہوتا، اصلاح شدہ کو اصلاح کرنا تحصیلِ حاصل ہے اور معصومؑ سے ایسے کلام کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایک ایسا کلام زبان پر جاری کریں جو تحصیلِ حاصل پر منتہیٰ ہوتا ہو، اور یہ بات بھی واضح سی ہے کہ امت حکمران کو نہیں کہتے، بلکہ حکمران امت سے الگ ایک طبقہ ہوتا ہے، آپؑ کا یہ کلام کہ میں امّتِ جد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاح کے لئے جارہاہوں یہ بتاتا ہے کہ امت جد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فساد آچکا تھا اور وہ یزید کا فساد تھا، امام حسینؑ ہی نہیں فرمارہے کہ یزید فاسد ہے بلکہ ساری دنیا کہتی ہے کہ یزید فاسد ہے حتیٰ اس کے اپنے قریبی حامی بھی کہتے ہیں کہ وہ فاسد آدمی ہے۔ امام حسینؑ نے جو کارنامہ انجام دیا وہ یہ کہ یزید کا فساد تو سب کو نظر آرہا تھا، آپؑ نے جہاں پر اس کو ختم کرنے کے لئے اقدام کیا وہاں پر ایک مرموز اور نقاب پوش فساد بھی تھا جو کسی کو نظر نہیں آرہا تھا، امامت اسی دن کے لئے ہوتی ہے ورنہ یزید جیسوں کو تو عام لوگ بھی تشخیص دے دیتے ہیں لیکن عام لوگوں کو فسادِ امّت معلوم نہیں ہوتا۔ امّت کا فساد یہ نہیں تھا کہ وہ شراب پیتی تھی، قمار بازی کرتی تھی، زانی تھی معاذ اللہ بلکہ امّت اس قدر شریعت کی پابند تھی کہ امام حسینؑ جب ۸ ذوالحجہ کو مکہ سے احرام کھول کر رخصت ہوئے تو امّت سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ آؤ لیکن یہ

امّت اس قدر متدین و دین دار تھی کہ امامؑ کو کہا کہ آپ جائیں ہم ابھی عبادت کر رہے ہیں اسی طرح آج بعض لوگ عصرِ غیبت کے لئے کہتے ہیں کہ عصرِ غیبت میں تو کچھ کرنا ہی نہیں چاہئے اور جب عصرِ حضور ہو گا تو پھر ان کی سیرت یہ ہو گی کہ ابھی توحج کا موسم ہے، ابھی تو عبادت کا موقع ہے چونکہ عصرِ حضور میں سید الشہداءؑ کے ساتھ یہ اس طرح کر چکے ہیں سید الشہد السلام نے اپنے احرام کھولے تو دوسری طرف امّت نے احرام باندھ لیے، ظاہر ہے احرام باندھ کر شراب پینے تو نہیں جارہے تھے بلکہ احرام باندھ کر حج کے لئے جارہے تھے۔ امت محرمہ تھی، امت فاسد نہیں تھی پھر بھی ایسی امت کو حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میں امت کی اصلاح کے لئے جارہا ہوں۔

امت کی اصلاح کا طریقہ

ارید ان امر بالمعروف

میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے اس فساد کی اصلاح کروں گا۔

اس امت کے اندر فساد یہ تھا کہ یزید جیسا حکمران برسرِ اقتدار تھا اور امت خاموشی سے اپنی انفرادی عبادات میں لگی ہوئی تھی، اپنے اپنے انفرادی کاموں میں لگی ہوئی تھی یعنی یزید جیسے حاکم کی موجودگی میں بے شعوری، غفلت، سکوت اور خاموش تماشائی کا کردار کرنا یقیناً فساد ہے۔ اگر کسی امت کو یہ چیز دامن گیر ہو جائے تو وہ فاسد ترین امت ہے۔

سب بڑا فساد جو اس امت کو دامن گیر تھا وہ بے شعوری تھی اور اس حضرتؑ اس کے

علاج کے لیے گئے، اور اگر اقتدار کے حصول کے لیے جاتے تو جنگی فنون و قوانین سے لیس ہو کر جاتے اور اپنے ساتھ حضرت عباسؑ اور جناب اکبرؑ کی طرح کے جوان لے کر جاتے تو پھر گمان کیا سکتا تھا کہ حصولِ اقتدار کے لئے جا رہے ہیں لیکن آپؑ نے خواتین اور بچوں کو ساتھ لیا اور آخری وقت تک جو معرکہ پیش آیا اس لئے نہیں تھا ان کے ذریعے اقتدار حاصل ہو جائے بلکہ اس جنگ میں حضرت علی اصغرؑ اور حضرت اکبرؑ کی نبرد میں کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں نے ایک جیسی جنگ کی حضرت اصغرؑ نے علی اکبرؑ سے بیشتر جنگ نہیں کی تو کمتر بھی نہیں کی۔ اگر علی اصغرؑ اقتدار لینے کے قابل نہیں تھے تو شعور بیدار کرنے کے تو قابل تھے ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے کے تو قابل تھے اور اس وقت اس امت کو اقتدار دلوانا بھی نہیں تھا بلکہ اس وقت اس خاموش امت کو جھنجوڑنا مقصود تھا کیونکہ بے شعوروں کو تقریروں، کتابوں، مجلسوں، مدرسوں سے نہیں جگایا جا سکتا اور نہ ہی انھیں کیسٹوں اور فلموں سے جگایا سکتا ہے۔

بے شعور امت کو خون جگاتا ہے، حضرت علی اصغرؑ نے آکر ایسا ضمیر جھنجوڑا کہ ان کے اندر یقظہ پیدا کر دیا، ان کے اندر ایسی بیداری پیدا کی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یعنی وہی اہلِ کوفہ جو بے ضمیر اور بے شعور تھے یہی اہلِ کوفہ جو ساکت اور خاموش تماشائی بنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور کربلا کا ماجرا ہوتا رہا لیکن کربلا کے واقعہ کے بعد سب جمع ہوئے اور شامی فوج کے خلاف چار ہزار کا لشکر تشکیل دیا اور اپنے خون کے

ساتھ عہد کیا اور قسم کھائی کہ ہم خون کے آخری قطرے تک لڑیں گے اور آخری قطرے تک لڑتے ہوئے شامی فوج کے ہاتھوں مارے گئے یہ سب کچھ اس بیداری کا نتیجہ تھا جس کے لیے امام حسینؑ نے قیام فرمایا تھا یہ حضرتؑ کے قیام کی کامیابی تھی اس لیے فرمایا کہ میں اصلاحِ امت کے لئے جا رہا ہوں اور اصلاحِ امت اسی نوعیت کی ہو سکتی ہے جس نوعیت کا فساد ہو۔ اس امت کو سکوت اور غیر جانبداری کا فساد لاحق ہو گیا تھا، وہی غیر جانبداری جس کو ہم فضیلت سمجھتے ہیں، وہی غیر جانبداری اس قوم کو لاحق تھی اس لیے حضرتؑ نے قیام کیا اور ان غیر جانبداروں کو جانب دار بنا دیا، لیکن اے کاش یہ کربلا کے موقع پر بیدار ہو جاتے، حضرتؑ کے میدانِ کربلا میں داخل ہونے سے پہلے اگر یہ بیدار ہو جاتے تو بہت کچھ بچ سکتا تھا۔

آج یہی قیامِ سید الشہداءؑ سببِ بیداری اور عاملِ بیداری بن گیا ہے اور عزادارِی سید الشہداءؑ در حقیقت اسی بیداری کی لہر ہے۔ فلسفہِ عزاداری، روحِ عزاداری یہی ہے، عزاداری یعنی اسی ماجرا کو پھر ہر غافل امت کے لئے تکرار کرنا تاکہ اس میں بیداری پیدا ہو جائے۔ لہٰذا امامؒ نے اسی عنصرِ بیداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی قوم کو بیدار کیا۔

کربلا بیداری کا واحد راستہ از نظرِ امام رحمۃ اللہ علیہ

انقلاب سے ۱۵ سال پہلے اسی قوم میں دس محرم الحرام کو امامؒ نے سخنرانی کی اور اس انقلاب کی تحریک کا آغاز ہوا۔ یہ محض ایک اتفاق نہیں تھا بلکہ یہ باقاعدہ امامؒ کے اعتقاد کا

نتیجہ تھا۔ یعنی امامؒ کو یہ اعتقاد راسخ تھا کہ اس قوم میں بھی بیداری اسی عنصر سے پیدا ہو گی جس عنصر سے ۶۰ ہجری میں بیداری پیدا ہوئی وہی عنصر آج ان کو جھنجھوڑے گا، ان کو غفلت سے نکالے گا، ان میں بھی اسی طرح کی بے حسی اور خاموشی ہے، یہ بھی اسی طرح کے تماشائی ہیں اور جب یہ انقلاب کامیاب ہوا تو امامؒ نے وہاں پھر آخری نتیجہ کے طور پر فرمایا:

ما هر چه داريم از سيد الشهدا داريم

یہ وہ اقدام تھا جو حضرت سید شہداءؑ نے انجام دیا کہ جس کا محور شعور اور بیداری تھا، اسی طرح امام علیؑ پچیس سال خانہ نشین رہنے کے بعد آخر کیوں اپنے چار سالہ مختصر دورِ خلافت میں مسلمانوں کے ساتھ درگیر رہے اور اپنی امت کے خلاف تلوار اٹھاتے رہے اور بعد میں کیوں امام حسنؑ کے ساتھ وہ سارے واقعات پیش آئے کہ جن واقعات کے بارے میں امام حسنؑ کا تجزیہ یہ تھا کہ ان واقعات میں صرف بنی امیہ ہی مقصّر نہیں تھے بلکہ اصل وجہ اپنے ساتھیوں کی بے شعوری تھی کہ جس کے ہاتھوں حضرت امام علی علیہ سلام اور امام حسن علیہ سلام کے لئے مشکلات کھڑی ہوئیں، امت کا ضمیر سویا ہوا تھا، لہٰذا امام حسینؑ نے آکر اسے جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔

اس لیے جو امتوں کی ہدایت اور رہبری کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُمتوں کو پہلے بیدار کریں کیونکہ یہ قدم امتوں کی ہدایت میں بنیاد کا درجہ رکھتا ہے اور

امتوں کی بیداری اور ہوشیاری کے بغیر جو قدم بھی ان کی ہدایت کے لیے اٹھایا جائے گا وہ قدم امت کی ہلاکت وانحراف کا سبب بنے گا۔

انقلاب کے اثرات بے شعور قوموں میں بھی گئے ہیں اور باشعور قوموں میں بھی گئے ہیں، مثلاً لبنان کے چاروں طرف بھی انقلاب کے اثرات گئے ہیں اور ایران کے ہمسائے میں بھی انقلاب کے اثرات گئے ہیں، لبنان کے اندر تو انقلاب کی وجہ سے تبدیلی آ گئی اور انقلاب نے اپنا اثر دکھا دیا لیکن ایران کے ہمسائے میں اس انقلاب کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آئی، آخر کیوں؟ کیا موسم اور آب و ہوا کا فرق تھا؟ نہیں بلکہ ایک ظرف وہ تھا جس میں پہلے سے شعور موجود تھا اس باشعور طبقے نے اس پیغام کو لے لیا، لیکن دوسری جگہوں پر چونکہ شعور موجود نہیں تھا اس لیے بہت زیادہ کوششیں ہونے کے باوجود انہوں نے اس پیغام کو قبول نہیں کیا، برصغیر میں شاید باقی جگہوں کی نسبت دو برابر کوششیں ہوئی ہیں لیکن یہاں سے انقلاب کو بہت کم جواب ملا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برصغیر میں انقلاب کو قبول کرنے کے لیے ابھی بیداری اور شعور نہیں آیا تھا۔ اس لیے انقلاب کو کبھی سبز پتلون کا نام دیا گیا، کبھی غیر ضروری افعال کا نام دیا گیا، کبھی ٹوپی یا جھنڈے کا نام انقلاب رکھ دیا گیا اور یہ سب اس لیے ہوا کہ جہاں پہلا قدم اٹھانا چاہیے تھا وہاں انہوں نے آخری قدم اُٹھایا۔ انقلاب ۱۵ خُرداد سے شروع ہوا اور پندرہ سال بعد ۲۲ بہمن کو انقلاب کا آخری قدم اٹھایا گیا اور جب بعض سرزمینوں پر پیغامِ

انقلاب پہنچا تو انھوں نے پہلے اور آخری قدم کے درمیان جو پندرہ سال کی مدت گزری اس کو نظر انداز کر کے ۲۲ بہمن والا قدم اٹھانا شروع کیا، جس کی وجہ سے برِ صغیر میں خاص طور پر انقلاب کے متعلق بیداری اور شعور پیدا نہ ہو سکا۔

امتِ مسلمہ کو بیدار ہونے کی ضرورت

مجموعہِ تبیان کی انیسویں کتاب "جہانِ اسلام از دیدہ گاہِ امام خمینیؒ" کے صفحہ نمبر ۷ سے امامؒ نے اس مطلبِ بیداری اور شعور کو بیان فرمایا ہے کہ

اسلامِ واقعی را بشناسید و بشناسانید

اسلامِ واقعی کو خود بھی پہچانو اور اسے دوسروں کو بھی پہچنواؤ

"ملت اسلام را بیدار و آگاہ ساختہ تباین اسلام پیغمبر خدا و اولیا، او را از اسلام ساختگی امثال معاویہ و حکومتھای غاصب و سائر دولتھای دست نشاندہ استعمار کہ از تلویزیونھا و رادیو ھا و وزارت خانہ ھا بہ خود و بہ مردم می دھند بآنان بر اسانیم "

اس وقت علماء کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ امتوں کو بیدار کریں، بیداری اس وقت کی ضرورت ہے اکثر جوانوں کو یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی لیڈر شپ نہیں ہے کوئی ایسا نہیں ہے جو ہمیں گائیڈ کرے۔ جوانوں سے عرض ہے کہ لیڈر تک پہنچنے کے لیے ابھی ہمیں بہت راستہ طے کرنا ہے، ابھی بہت فاصلہ ہے وہاں تک پہنچنے کے لئے، چونکہ لیڈر را

گر بے شعوروں میں آجائے تو لیڈر تنہا ہو جاتا ہے جیسے امام علیؑ ایک کامل لیڈر تھے لیکن بے شعور قوم میں اس طرح سے پھنس گئے کہ قریش کہنے لگ پڑے کہ امام علیؑ سے زیادہ ناکام لیڈر کوئی نہیں ہو سکتا، اگر علیؑ جیسا راہنما بھی بے شعور قوم میں آجائے کہ جس قوم نے پہلا قدم نہ اٹھایا ہو تو وہ لیڈر بھی بے بس ہو جاتا ہے۔ آج ہمیں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ بیدار کرنے والوں کی ضرورت ہے، ابھی ہمیں شعور دینے والوں کی ضرورت ہے، جگانے والوں کی ضرورت ہے، جھنجھوڑنے والوں کی ضرورت ہے، ابھی ہمیں امر بالمعروف کرنے والوں کی ضرورت ہے، جو تماشائیوں کا سکوت اور بے حسی کو ختم کر کے انہیں میدان میں لائیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۸ پر امامؒ سے سوال کیا گیا کہ

" بسیاری از ملتهای مسلمان راما شاهد هستیم که یك نهضت جدید اسلامی در آنها رشد می کند"

انقلاب سے تقریباً ایک مہینہ پہلے امامؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ بعض اسلامی سرزمینوں پر ایک نئی اسلامی تحریک کے آثار نمایاں ہونے کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی ایک صحافی ،انقلاب سے ایک مہینہ پہلے امامؒ سے یہ سوال کر رہا ہے کہ ترکیہ و پاکستان میں ہمیں بیداری کی ایک لہر نظر آرہی ہے۔ (ترکیہ و پاکستان دونوں ایران کے دائیں بائیں ہیں،

ایک مغربی سرحد ہے اور ایک مشرقی سرحد ہے) ان میں ہمیں انقلاب کے قیام کی بو آرہی ہے۔

"و اینها قیامهای اسلامی می کنند بنظر امام عالی دلیل این قیام ها چیست؟"

اور یہ سب اسلامی قیام کریں گے یعنی ترکیہ اور پاکستان کی حالت آپ کو معلوم ہے کہ اس میں جو بیداری پیدا ہوئی ہے آپ کی نظر میں اس کی وجہ کیا ہے؟ امامؒ نے فرمایا کہ

"در سالهای طولانی تبلیغات دائر مدار شرق وغرب موجب این شد که ملتهای مسلم از آنان یاری می خواهند و گمان می کنند ترقیات این کشورهای ضعیف در گرانش به یکی از دو ابر قدرت است"

مشرق اور مغرب کی کئی سالوں سے جاری غلط تبلیغات اور پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان قوموں نے یہ باور کر لیا ہے کہ ہم روس وامریکہ (چونکہ اس وقت یہ دونوں سپر طاقتیں تھیں) کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں،

" لیکن به طرف آنها تمایل پیدا کردند بعد از مدتی فهمیدند که آنها جز اسیر کردن اینها و بردن خزائن و غار تکردن مخازن آنها کاری دیگر نمی کند"

لیکن کچھ عرصہ ان کے ساتھ رہنے کے بعد ان مسلمان امتوں کو معلوم ہوا کہ ان طاقتوں کا کام فقط یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں موجود خزانوں کو لوٹا جائے اور مسلمان امتوں کو اپنا غلام بنالیا جائے۔

ملتِ ایران کی بیداری

امامؒ نے پھر ان ممالک کا تذکرہ چھوڑ دیا اور کہا کہ ہم اپنے زمانے کی بات کرتے ہیں کہ شاہ کے زمانے میں ہماری قوم کو بھی یہ احساس تھا کہ جب تک امریکہ ہمارا ساتھ نہیں دیتا اور ہمارا ہاتھ نہیں تھام لیتا ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے

"در عصر ما ملت دریافت که شاه بواسطه پیوند که به غرب مخصوصا با امریکه دارد و همینطور به شرق تمام مخازن مارا با و داده است بلکه نیرو هائے انسانی ما را نیز به هدر داده است"

اس زمانے میں ہماری ملت نے دیکھ لیا کہ شاہ کا مغرب کے ساتھ جو رابطہ ہے اور خاص طور پر امریکہ کے ساتھ اس کا جو تعلق ہے اور اسی طرح مشرق کے ساتھ اس کا جو تعلق ہے اس کی وجہ سے اس نے ایران کے تمام خزانے ان کو دے دیے ہیں اور انسانی توانائیوں کو بھی ضائع کر رہا ہے تو پھر آہستہ آہستہ ملتِ ایران کے اندر یہ بیداری پیدا ہونی شروع ہوئی کہ شرق و غرب وہی ہیں بلکہ پہلے سے بھی بدتر ہیں۔ اس کے بعد صفحہ نمبر پر ۱۱ پر فرماتے ہیں کہ

"آن روز مبارك است بر ما که سلطه جان خواران بر ملت مظلوم ما و بر سائر ملتهای مستضعف شکسته شود و تمام ملتها سر نوشت خودشان را بدست بگیرند و دولتها بیدار میشوند و همه مسلمین جهان توجه بکنند به این آیاتی که در قرآن کریم برائے وحدت مسلمین نازل شده است"

ہم اس دن کو دیکھ رہے ہیں کہ جس دن ظالم اور وحشی طاقتوں کے پنجوں سے مظلوم اور مستضعف ملتیں آزاد ہو جائیں گی اور حکومتیں بیدار ہو کر اپنی سرنوشت اپنے ہاتھ میں لے لیں گی اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو قرآن کی اس آیت پر توجہ کرنی چاہیے جو مسلمانوں کی وحدت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور فریاد کر رہی ہے

"یاللمسلمین"

اے مسلمانو!

"ای مسلمان های جهان اے دولتهای مدعی اسلام اے ملتهای مسلمان جهان به داد اسلام برسید به داد مظلومین که در فشار قدرتهای بزرگ هستند برسید به داد این بچه های کوچك که مادرها و پدرهای که از دست دادند برسید"

تمام دنیا کے مسلمین کو بیدار کرنے اور جھنجھوڑنے کے لیے کیا آج پاکستان کے حالات کافی نہیں ہیں؟ آج ایک مظلوم، بے کس اور درماندہ امت کہ جس پر مسلسل ہر طرف سے حملے کیے جا رہے ہیں، یہ مسلمان قوم، یہ مسلمان ملک اور یہ مسلمان حکومت جو انقلاب کے ہمسائے اور سایہ میں رہتی ہے، اس نے انقلاب سے کتنا شعور لیا، اس کے اندر انقلاب سے کتنی بیداری آئی؟ اگر وہ پیغامِ بیداری اس قوم کے اندر آ گیا ہوتا تو آج

اس قوم کی یہ حالت نہ ہوتی کیونکہ جس کے اندر بیداری آجاتی ہے اس قوم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔

آج ایران آپ کے سامنے ہے یہ وہی قوم ہے جس کو کس کس نے نہیں مارا؟ روس مار مار کے تھک کر خود ہی نکل گیا۔ پھر ان کو آپس میں لڑوادیا اور آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کو اتنا مارا کہ مار مار کر چور چور ہو گئے۔ کئی گروہ منحل ہوئے اور کئی گروہ نئے وجود میں آئے اور پھر ۲۳، ۲۴ سال مسلسل جس قوم کے اوپر ستم کیے گئے، آج بھی اس قوم کے خلاف پوری دنیا جمع ہے اور جس کے خلاف تاریخِ بشریت میں سب سے بڑے ہوائی حملے کا اہتمام کیا گیا کہ جس میں صرف امریکہ نے ۶۵۰ جنگی جہاز، پچاس، ساٹھ بحری جہاز اور پوری دنیا کا اسلحہ جمع کیا، یہ سب کچھ کس قوم کے خلاف کیا گیا، جس کے پاس نہ کوئی فوج تھی، نہ اسلحہ تھا، نہ کوئی فیکٹری تھی، نہ کوئی ایٹم بم تھا، نہ جہاز گرانے کے لئے کوئی توپ تھی، ان کو تباہ کرنے کے لئے پوری مغربی دنیا بلکہ مسلمان امت بھی ان کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

اب دیکھیں بیدار لوگ کون ہوتے ہیں؟ بیدار رہبر کون ہوتا ہے؟ اس مجموعے تبیان میں آگے جا کر امامؒ نے حج کے اجتماع کے بارے میں فرمایا کہ

"بر دانشمندان که در این اجتماع شرکت کند، از هر کشور که هستند لازم است برای بیداری ملتها بیانهای مستدل و تبادل نظر صادر کرده و در محیط وحی و بین جامع مسلمین توزیع نمایند"

بعض لوگ، جو کچھ نہیں کرنا چاہتے وہ اکثر پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟ اس وقت ہمارا وظیفہ کیا بنتا ہے ؟ یعنی واقعاً ان کو نہیں معلوم کہ کیا کرنا چاہیے ؟ یا پھر یہ اس لیے پوچھ رہے ہیں کہ کسی طریقے سے یہ مسئلہ ہمارے سروں سے ٹل جائے۔ لیکن امامؒ نے بتادیا کہ کیا کرو۔ یعنی جب بھی لوگوں کو جمع دیکھو تو ان کو بیداری کا پیغام دو۔ لیکن امامؒ کو معلوم ہے کہ یہ بے لیاقت قوم ہے، یہ بے لیاقت مسلمان و بے صلاحیت مسلمان ہیں۔ میں ان کو حج میں پیغام بیداری پھیلانے کا کہوں گا تو یہ پھر ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ ہم کیسے پھیلائیں ؟ طریقہ کیا ہے ؟ اس لیے امامؒ نے خود طریقہ بھی بیان کیا اور فرمایا کہ بیداری کے اوپر اطلاعیہ لکھو اور اس کو لوگوں کے درمیان بانٹو طریقہ بھی خود بتایا فرمایا کہ

"برای بیداری ملتها بیانهای مستدل و تبادل نظر صادر کرده و در محیط وحی و بین جامع مسلمین توزیع نمایند و نیز در کشورهای خود پس از مراجعت نشر دهند و در آن بیانها از سرانِ کشور اسلامی بخواهند که

اهدافِ اسلامی را از نصب العین خود قراد داده و اختلافات را کنار گذاشته برای خلاصی از چنگال استعمار چاره به اندیشند"

امت مسلمہ کی بیداری کے لیے حج بہترین فرصت

حج میں امتِ مسلمہ کو بیدار کرو اور واپس جا کر اپنے اپنے ملک میں اپنی امت کو اور اپنی حکومتوں کو بیدار کرو۔ امامؒ ایک مرجع تھے اور ہزاروں ان کے مقلدین تھے لیکن اپنے مقلدین کی نسبت کس قدر بے رغبت تھے کہ ان کو کبھی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ حتیٰ ایک صاحبِ اردو میں امامؒ کا رسالہ ترجمہ کرنے کے لئے امامؒ کے پاس گئے، امامؒ نے اس کو بھی سرزنش کی، کہا مجھے لگتا ہے تم پڑھے لکھے ہو، فاضل ہو لیکن کیا یہی کام رہ گیا ہے تمہارے لئے! تمھیں کوئی اچھا کام نظر نہیں آتا! یعنی امامؒ کی نظر میں ان کے رسالہ عملیہ کا ترجمہ کرنا اچھا کام ہی نہیں ہے، لیکن بعض چیزوں سے امامؒ خوش ہوتے تھے فرمایا:

"نقطه روشن که در این اواخر عمر برای من امید بخش است "

میری عمر کے اس آخری حصے میں امت کے بارے میں جو چیز مجھے حوصلہ دیتی ہے وہ یہ ہے کہ

"همین آگاهی و بیداری نسل جوان و نهضت روشن فکران است"

یہی جوان نسل کی بیداری اور آگاہی سے میں پر امید ہو گیا ہوں، مجھے آئندہ کے بارے میں کافی تسلی ہو گئی ہے۔

"و نهضت روشن فکران است که بسرعت در حال رشد"

اور روشن فکر افراد کے اندر دن بدن یہ بیداری بڑھ رہی ہے۔

" و باخواست خداوند تعالیٰ به نتیجہ قطعی کہ قطع ایا دی اجانب و بسط عدالت اسلامی است خواهد رسید"

اوران کی بیداری انشاءاللہ دشمنوں کے یہاں سے نکلنے کا سبب بنے گی۔ در حقیقت امامؒ نے انبیاء سے استنباط کرتے ہوئے یہ نتیجہ حاصل کیا کہ اجتماعیت میں پہلا قدم بیداری و یقظہ ہے، امامؒ نے جو لوگوں کی قیادت ورہبری کی وہ اتفاقی نہیں تھی، امامؒ نے اپنے آپ کو حالات کے دوش پر نہیں ڈالا تھا کہ حالات مجھے جدھر لے جائیں گے میں ادھر چلا جاؤں گا بلکہ حالات کو کنڑول میں لیا یعنی پہلے امت کو کہا کہ بیدار ہو جاؤ تاکہ حالات ہماری گرفت آجائیں، نہ یہ کہ ہم حالات کی گرفت میں جائیں۔ وہ بے شعور لوگ ہوتے ہیں جو حالات کی گرفت میں ہوتے ہیں باشعور اپنے حالات خود پیدا کرتے ہیں۔ امامؒ انقلاب کے آٹھ دن بعد تقریر میں یہ مبنیٰ اختیار کرتے ہیں کہ

"حضرت موسیٰ علیه السلام مردم را آگاه کردو بیدار کرد"

حضرت موسیٰؑ نے سب سے پہلے اپنی قوم کو بیدار کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء کا زمانہ گزر چکا ہے، ملحدین و مرتد لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اسلام کہنہ ہو چکا ہے، اسلام پُرانا ہو چکا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ سیرتِ انبیاءؑ کے مطابق کام ہونا چاہیے، سیرتِ انبیاءؑ پر عمل

ہونا چاہیے، سیرتِ انبیاءؑ کو احیاء کرنا چاہیے تو آگے سے اگر یہ جواب ملے کہ سیرتِ انبیاءؑ پرانی ہو چکی ہے تو یہ اُن افراد کی بے شعوری کی دلیل ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی چند ہزار سالہ پرانی سیرت آج اس ماڈرن صدی میں، ٹیکنالوجی کے زمانے میں اپنا اثر دکھا رہی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے لوگوں کو آگاہ اور بیدار کیا۔

"و با آن بیداری با فرعون حمله کرد"

پہلے قوم کو بیدار کیا پھر فرعون پر حملہ کیا

"و آن کارهای کرد که خود پیغمبرﷺ ماشبانی کرده است"

یعنی حضرت موسیٰؑ نے جو کام کئے ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی وہی کام کئے ہیں اور بھیڑیں تک چرائیں ہیں۔

" از این توده مردم از این همین توده و طبقه بوده است"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق کسی بڑے خاندان سے نہیں تھا، بڑے سکالر، بڑے فیلسوف یا کسی بڑے جاگیر دار کے خاندان سے نہیں آئے تھے بلکہ ایک معمولی طبقے سے تھے۔

"و از اول که قیام کرده بر ضد کلدرها بر ضد دیکتاتورها که در آن زمان در جزیرة العرب عبارت از قریش بودند و یك طوائف دیگر با ضد آنها قیام کرده نه اینکه آنها، این آوردن را اغفال کند این مردم را آگاه کرده و رفت سراغ آنها"

یعنی پیغمبر اکرم ﷺ خود بھی اس طبقے سے تھے اور آپ ﷺ نے اس طبقے کو اٹھایا اور بیدار کیا کہ جنہوں نے اس وقت کے جاگیر دار طبقہ کے خلاف قیام کیا جو قریش کی صورت میں تھا۔

" مسئله است کہ بشود مسئله این طور شده است که دیگر مستضعفین در مقابل مستکبرین قیام کردند بیدار شدند ، بیداری اول قدم است"

یہ وہ مسئلہ ہے کہ مستضعفین طبقہ، مستکبرین طبقے کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور یہ بیداری کی وجہ سے ہوا اور یہ بیداری پہلا قدم ہے، اس وقت بیداری آگئی ہے اور بیداری تیزی سے پھیل رہی ہے۔

" اول قدم یقظه است"

پہلا قدم یقظہ ہے۔

"در سیر عرفانی هم یقضه اول قدم است"

عرفانِ فردی میں بھی یقظہ پہلا قدم ہے، بیداری اوّل قدم ہے، اور سلوکِ اجتماعی میں بھی امامؒ فرماتے ہیں کہ یہی قدمِ اوّل ہے۔

"در این سیر هم سیر عرفانی است"

یہ انقلاب بھی ایک سیرِ الٰہی ہے، ایک سیرِ عرفانی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک عارفِ انقلابی اور ایک عارفِ محض ہے۔ عارفِ محض اپنے آپ کو بچاتا ہے اور عارفِ انقلابی سب کو بچاتا ہے۔

"در این سیر و سیر الٰهی و عرفانی بیداری اول قدم است و کشورهای اسلامی، ملتهای مسلم، ملتهای مستضعف در سر تا سر جهان اینها بیدار شدند"

سیر و سلوک عرفانی ہو یا انقلابی دونوں کے لیے پہلا قدم بیداری ہے۔ علمِ اصول میں ایک بحث ہے کہ معصومینؑ کا کلام جب جملہِ خبریہ پر مشتمل ہو تو کیا اس جملہِ خبریہ سے مفہومِ امر حاصل ہوتا ہے یا نہیں، علماء اس بحث میں یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ معصومینؑ کے جملہِ خبریہ کا مقصد بھی امر کرنا ہی ہوتا ہے، اس لیے امامؒ بھی یہاں پر جملہِ خبریہ کے ذریعے امر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمام دنیا کے اسلامی ممالک کے ان مستضعف مسلمان ملتوں کو بیدار ہو جانا چاہیے۔ اسی طرح امامؒ نے جو پیغام شہید حسینیؒ کی شہادت پر دیا اس میں بھی امام توصیفی جملات کے ذریعے سے پاکستانی ملت کو امر اور دستور دے رہے ہیں کہ ملت پاکستان کو اپنی شرافت کا خیال رکھنا چاہیے، اس ملت کو حق کے ساتھ انقلابی ہونا چاہیے۔ جب ہم جملہِ خبریہ سے امر کا معنی حاصل کرتے ہیں تو ملتِ پاکستان کے نام امامؒ کا پیغام اور بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

"ملتهای مسلم باید بیدار شوند و سیاهای امریکه ای کتک این بیداری را می خورند"

حتیٰ کہ امامؒ نے فرمایا: کہ امریکہ کے سیاہ فام غیر مسلم چونکہ بیدار ہو گئے ہیں اور ان کی بیداری کی وجہ سے ان کو مار پڑ رہی ہے اگر وہ بیدار نہ ہوتے تو انہیں کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس وقت ایران کے اندر اور باہر لوگوں کے درمیان ایک بہت ہی غلط اور خائنانہ کام ہو رہا ہے۔ مخصوصاً پاکستان کے اندر لوگوں میں یہ باتیں پھیلائی جا رہی ہیں کہ ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ انقلاب کی وجہ سے ہو رہا ہے، یہ حق بات ہے اور صحیح بات ہے کہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے یہ انقلاب کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ انقلاب سے پہلے ہمارے ساتھ یہ سب کچھ نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ ہم اُس وقت بھی شیعہ تھے، اور ہمارے مقابل اس وقت بھی سنی اور وہابی سب تھے، کچھ بھی نہیں ہوتا تھا اور تبرا بھی پہلے زیادہ ہوتا تھا ان کے مقدسات کی توہین پہلے زیادہ ہوتی تھی، آج کل انقلاب کی وجہ سے ان کے مقدسات کی توہین کم ہو گئی ہے، انقلاب نے ذہنوں کو کسی اور طرف متوجہ کر دیا ہے اور ان مسائل سے لوگوں کو روک دیا ہے لیکن جب انقلاب نے کہا کہ ان کے مقدسات کو نہ چھیڑو تو انھوں نے ہمیں چھیڑنا شروع کر دیا ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟

جو قوم بیداری کے ساتھ مرنا سیکھ لیتی ہے انھیں کوئی نہیں مار سکتا

یہ صحیح بات ہے کہ ہمارے ساتھ سب کچھ انقلاب کی وجہ سے ہو رہا ہے لیکن اس میں ایک غلط فہمی بھی ہے یعنی لوگوں کو انقلاب کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ

انھوں نے انقلاب کے جھنڈے، پرچم اور فوٹو اور بسیجی رومال کو بیداری کی علامت سمجھا ہے۔ چونکہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کا حُلیہ بھی انقلابیوں کی طرح ہو گیا تھا صرف حُلیہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ بیداری کے ساتھ مرنا بھی آنا چاہیے اور جو قوم بیداری کے ساتھ مرنا سیکھ لیتی ہے پھر انھیں کوئی نہیں مار سکتا۔

اس وقت اسرائیل واقعاً خطرے میں ہے، اسے اپنا وجود خطرے میں نظر آرہا ہے، انہی سنگریزوں کے ہاتھوں اسے اپنا وجود خطرے میں نظر آرہا، جسے قرآن مجید نے آیات کی صورت میں قیامت تک کے لیے محفوظ کیا ہوا ہے:

" الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل، الم یجعل کیدھم في تضلیل"

کیا تم نے نہیں دیکھا، کہ تمھارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، تو ایمان لے آؤ اس پر کہ سنگریزوں سے ابرہہ کے لشکر کو شکست دی جا سکتی ہے۔ اسی لیے یہ فلسطینی ابابیل انہی سنگریزوں کی مدد سے ٹینک کو شکست دیتے ہیں، ان اصحابِ ٹینک کو آج اپنا وجود خطرے میں نظر رہا ہے، یہ تنہا راہ ہے جس سے قدرت اور طاقت کو بیلنس کیا جا سکتا ہے۔ آخر انقلابِ سلامی نے کس اسلحہ کی مدد سے امریکہ کو شکست دی؟ وہ قوتِ ایمانی کا اسلحہ ہے جس کی مدد سے ایرانی مسلمانوں نے ساری سُپر طاقتوں کو شکست دی۔

"شوقِ شہادت" بہترین اسلحہ

ایران میں ان نعروں اور جھنڈوں کے علاوہ کیا تھا؟ یہی ٹینکوں کے سامنے آجانا، یہی بندوقوں کے سامنے آجانا، دل سے موت کا خوف نکال کر عشقِ شہادت اپنے دل میں لانا، موت سے نہ ڈرنا، یہ بہترین اسلحہ ہے آج اگر امریکہ کو پتہ چل جائے کہ یہ قوم موت سے نہیں گھبراتی تو اس کے پاس سوائے شکست کے اور کوئی راستہ نہیں رہ جاتا، امریکی اسلحہ تو اس کو ڈرا سکتا ہے جو موت سے ڈرتا ہو، جو موت سے ہی نہیں ڈرتا اس کو اسلحہ کیا کرے گا، آپ اس سے بھی مہلک اسلحہ لے کر آئیں، زیادہ سے زیادہ مار دینگے اور تو کچھ بھی نہیں کریں گے۔ ہم مرنے کے لئے تیار ہیں۔ قدرت کا بیلنس برقرار رکھنے کے لیے یہ تنہا راہ ہے اور یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

انشاءاللہ اس عظیم انقلاب کے مبانی کی آشنائی سبب بنے گی کہ ہم بھی انقلابِ اسلامی سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ انقلابِ آفرین اور انقلاب انگیز فکر سے بھی آشنا ہوں۔ اگر خداوند تبارک وتعالٰی کی توفیق شامل حال ہوئی تو اس فکر کی پیروی بھی کر سکیں گے اور اسے اپنا بھی سکیں گے۔

سوالات

ا۔ امام خمینیؒ کی نظر میں اجتماعی تبدیلی کے لیے اٹھا یا جانے والا پہلا قدم

-------------ہے۔

(الف)بیداری (ب)شعور

(ج)دونوں درست ہیں۔ (د)دونوں غلط ہیں۔

۲۔بے شعوری کا نتیجہ قرآن نے------کو جو معاشرے کے لیے سب سے مہلک بیماری ہے،قرار دیا ہے۔

(الف)تکبر (ب)حسد (ج)لالچ (د)نفاق

۳۔"اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدااور آخرت پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں------"

(الف)ہم ایمان لے آئے ہیں۔ (ب)ہم مفسد نہیں ہیں۔

(ج)ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ (د)تینوں جواب درست ہیں۔

۴۔جہالت ۔۔۔۔۔۔۔کے مقابلے میں بیان کی جاتی ہے۔

(الف)علم (ب)عقل

(ج)نادانی (د)الف اور ب درست ہیں۔

۵۔رسولؐ کو اپنی امت سے وہی خطرہ تھا جو۔۔۔۔۔۔۔کو اپنی امت سے تھا۔

(الف)حضرت ابراہیمؑ

(ب)حضرت عیسیٰؑ

(ج)حضرت موسیٰؑ

(د)حضرت داؤدؑ

۶۔حضرت موسیٰؑ جب کچھ عرصے کے بعد اپنی قوم میں واپس آئے تو اس وقت تک پوری قوم خدا پرستی سے۔۔۔۔۔۔۔میں تبدیل ہو چکی تھی۔

(الف)بت پرستی (ب)گوسالہ پرستی

(ج)دنیا پرستی (د)کفر پرستی

۷۔ قرآن کے مطابق جب موسیٰؑ نے ساحروں سے مقابلے کے وقت نفس میں خوف پایا تو خدا نے موسیٰؑ سے کیا کہا؟

(الف) مت ڈرو تم ہی برتر رہو گے۔

(ب) ڈرو نہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

(ج) موسیٰ مقابلہ کرو تم جیت جاؤ گے۔

(د) مت گھبراؤ فرعون ناکام ہو گا۔

۸۔ معجزہِ موسیٰؑ کو دیکھ کر بے شعور قوم نے کیا کہا؟

(الف) آپ نبی خدا ہیں۔

(ب) ہم آپ پر ایمان لے آتے ہیں۔

(ج) آپ جادو گروں کے استاد اور ان سے برتر ہیں۔

(د) الف اور ب درست ہیں۔

۹۔ غدیر میں پیغامِ ولایت کے پہنچانے پر خدا نے اپنے نبی سے وعدہ کیا کہ وہ آپ کو ۔۔۔۔۔ سے محفوظ رکھے گا۔

(الف) دشمنوں سے　　(ب) منافقوں سے

(ج) مشرکوں سے　　(د) لوگوں سے

۱۰۔قرآنی شعور کون سا شعور ہے ؟

(الف)جس کی اساس ذاتِ خدا ہو۔

(ب)جس کا مرکز و محور توحیدِ خدا ہو۔

(ج)جس شعور کے بیدار کرنے کے لیے انبیاء نے کوششیں کیں۔

(د)تمام موارد درست ہیں۔

۱۱۔واعتصمو بحبل اللہ جمیعاًیعنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(الف)ہر ایک اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔

(ب)اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تمام لو۔

(ج)تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

(د)الف اور ب درست ہیں۔

۱۲۔وہ کونسے امام ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ کے خوف کی وضاحت بیان کی۔

(الف)امام علیؑ

(ب)امام جعفر صادقؑ

(ج)امام موسی کاظمؑ

(د)امام رضاؑ

۱۳۔دشمن کے مقابل بہترین اسلحہ کیا ہے؟

(الف)عشقِ شہادت اپنے دل میں لانا (ب)موت سے نہ ڈرنا۔

(ج)قوتِ ایمانی (د)تمام موارد درست ہیں۔

۱۴۔مشرق و مغرب میں کئی سالوں سے جاری غلط تبلیغات اور پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان قوموں نے باور کر لیا ہے کہ ---------۔

(الف)ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

(ب)ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔

(ج)ہم امریکا اور روس کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔

(د)تمام موارد درست ہیں۔

۱۵- امام خمینیؒ کو عمر کے آخری حصے میں امت کے بارے میں کونسی اُمید حوصلہ دیتی تھی؟

(الف)انقلاب اسلامی کا قیام (ب)طاغوتی حکومت کا خاتمہ

(ج)جوانوں کا علم حاصل کرنا (د)جوان نسل کی بیداری اور آگاہی

۱۶۔ صراط مستقیم کا راستہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(الف) تنہا جانے نہیں دیا جائے گا۔ (ب) یہ "مجھے" کا راستہ ہے۔

(ج) یہ "ہم" کا راستہ ہے۔ (د) الف اور ج درست ہیں۔

۱۷۔ عرفانِ حقیقی کی پہلی منزل کیا ہے؟

(الف) اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرنا (ب) اپنے آپ کو نظر انداز کرنا

(ج) ہر انسان کو نظر انداز کرنا (د) الف اور ج دُرست ہیں۔

۱۸۔ قرآن مجید میں مبارزات کا جو طریقہ بیان ہوا ہے وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(الف) عدل کا قیام (ب) آواز بلند کرنا

(ج) امر بالمعروف (د) جہاد

۱۹۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔۔۔۔۔۔ کے ساتھ مبارزے اور جہاد کا نام ہے۔

(الف) بے شعوری (ب) غفلت

(ج) جہالت (د) تمام موارد درست ہیں۔

۲۰۔امام حسینؑ کے قیام کا مقصد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔

(الف)بنی امیہ کی اصلاح　　(ب)شامیوں کی اصلاح

(ج)امت کی اصلاح　　(د)یزید کی اصلاح

۲۱۔انقلاب سے کتنے سال پہلے انقلابی تحریک کا آغاز ہوا؟

(الف)۲۰　(ب)۱۵　(ج)۱۰　(د)۸

۲۲۔امتِ مسلمہ کو بیدار کرنے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہترین فرصت ہے۔

(الف)حج　(ب)نماز　(ج)روزہ　(د)عدالت

۲۳۔باشعور لوگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(الف)حالات کی گرفت میں ہوتے ہیں۔

(ب)اپنے حالات خود پیدا کرتے ہیں۔

(ج)حالات سے سمجھوتہ کرتے ہیں۔

(د)ب اور ج درست ہیں۔

۲۴۔عارفِ محض اور عارفِ انقلابی میں کیا فرق ہے؟

(الف)عارفِ محض اپنے آپ کو اور عارفِ اِنقلابی سب کو بچاتا ہے۔

(ب)عارفِ محض سب کو اور عارفِ انقلابی اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

(ج)عارفِ محض سب کو اور عارفِ انقلابی بھی سب کو بچاتا ہے۔

(د)دونوں اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

۲۵۔امام خمینیؒ نے کس کی شہادت پر پاکستانی ملت کو دستور دیا تھا کہ اس ملت کو حق کے ساتھ انقلابی ہونا چاہیے۔

(الف)شہید محمد علی نقوی (ب)شہید بہشتی

(ج)شہید باقر الصدر (د)شہید حسینی

آنلائن کوئز مقابلہ

پہلا انعام	دوسرا انعام	تیسرا انعام
زیارت امام رضاؑ	10000 روپے	5000 روپے

کوئز جمع کروانے کی آخری تاریخ 2 جون 2023

نتائج کا اعلان: 4 جون 2023 بمقام تشتر پارک، کراچی

کوئز جمع کروانے کے لیے نیچے دی گئی ایپ ڈاؤن لوڈ کریں۔

https://play.google.com/store/apps/details?id=com.pairwan_e_wilayat.iecbooks

پروفیشنلز آف تحریک بیداری امت مصطفیٰ

جو امتوں کی
ہدایت اور رہبری
کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُمتوں
کو پہلے بیدار کریں کیونکہ یہ قدم امتوں کی ہدایت میں بنیاد
کا درجہ رکھتا ہے اور امتوں کی بیداری اور ہوشیاری کے بغیر جو قدم
بھی ان کی ہدایت کے لیے اٹھایا جائے گا وہ قدم امت کی ہلاکت کا سبب
بنے گا، انحراف کا سبب بنے گا۔ آج ہمیں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت
ہے وہ بیدار کرنے والوں کی ضرورت ہے، ابھی ہمیں شعور دینے
والوں کی ضرورت ہے، جگانے والوں کی ضرورت ہے، جھنجوڑنے
والوں کی ضرورت ہے ابھی ہمیں امر بالمعروف کرنے والوں
کی ضرورت ہے، جو تماشائیوں کا سکوت اور بے حسی کو
ختم کر کے
انہیں میدان میں
لائیں۔